تک اس کے کلام کی تلاوت کر دی جائے اور نگاہ اور سماعت پر اس کا عمل دخل نہ ہونے دیا جائے۔

آپ نے دو بچیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ گو وہ ابھی چھوٹی ہیں لیکن دو سال کی عمر سے ہی ایک بچہ اپنے ماحول سے الفاظ، طرزِ عمل اور رویے کو اخذ اور جذب کرتا ہے۔ اگر وہ آج کیبل کی عادی ہوں گی تو پھر اُن کے بڑے ہونے پر، آپ انھیں مار پیٹ کے ذریعے بھی اس عادت سے نجات نہیں دلا سکتیں۔ اگر بچیوں کے لیے کارٹون دیکھنا، آپ کے خیال میں ان کی ''شرعی ضرورت'' ہے تو پھر ہر کارٹون کا تجزیہ کر کے انھیں یہ بھی بتائیں کہ فلاں کردار کیوں غلط ہے اور انھیں اس سے بچنا چاہیے۔ اگر آپ یہ اصلاحی کام نہیں کر سکتیں اور بچیوں کو محض خاموش اور مصروف رکھنے کے لیے انھیں کارٹون نیٹ ورک کے حوالے کر دیتی ہیں تو جو کچھ بچیاں دیکھیں گی اس کے اثرات ان کے ذہن اور یادداشت میں آپ کے نصیحتی خطبات سے کہیں زیادہ گہرے اور دیرپا ہوں گے۔ پانچ یا دس سال بعد ان کے ذہن سے ان اثرات کو محو کرنا آسان نہیں ہوگا۔

کیبل اگر آپ کی ضرورت ہے تو پھر اس کے پروگراموں کو محدود رکھیے اور جو پروگرام آپ کے خیال میں مضر نہیں ہیں، مثلاً نیشنل جیوگرافک کی کوئی تعلیمی documentary یا Discovery کا کوئی ایسا پروگرام جو اخلاق کو خراب نہ کرتا ہو، ایسے پروگراموں کو دیکھتے وقت بھی اپنے ذہن کو کھلا رکھیے اور جہاں ضروری ہو تجزیہ و تبصرہ کر کے اس کے مضر اثرات کو دُور کرنے کی کوشش کیجیے۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

## مشکوک آمدنی اور دعوتِ دین

س: بعض لوگ مشکوک آمدنی کی بنا پر حلال و حرام میں بہت حسّاس ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہمارا کوئی رفیق یا کوئی فرد جس تک میں دعوت دین پہنچانا چاہتا ہوں، اگر اُس کے گھر والوں کی کمائی کا ذریعہ حرام ہے تو کیا میں اُس کے ہاں کھا پی سکتا ہوں؟ یا اگر کبھی اُس نے کھانے وغیرہ کی دعوت دی تو میں کیسے ردّ کر سکتا ہوں، جب کہ دعوت قبول کرنا سنت رسولؐ ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تحقیق کے بعد ہی کسی کی

دعوت یا تحفہ قبول کرتے تھے۔ اگر کسی شخص کی کمائی کے بارے میں ہمیں شک ہو یا معلوم ہو کہ اُس کی کمائی حرام ہے، تو ایسی صورت میں کیا رویہ اپنایا جائے؟

ج: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہہ حلال (بھی) واضح ہے اور حرام (بھی) واضح ہے، اور دونوں کے درمیان شبہے کی چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جو شخص شبہات سے بچا، اس نے اپنے دین و آبرو کو محفوظ کرلیا''۔(بخاری، مسلم)

اس حدیث میں ہماری رہنمائی کے لیے تین بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اول: حلال کو اللہ تعالیٰ نے واضح اور ظاہر کر دیا ہے اور طیبات کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے___ یہ طیبات اور حلال نہ صرف کھانے پینے میں، بلکہ بصارت، سماعت، معاملاتِ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حلال نگاہ وہ ہے جو صرف ان اشیا کو دیکھے جن کا دیکھنا اخلاقی طور پر درست ہے۔ ایسے ہی صرف ان چیزوں کو کھایا اور پیا جائے جو بجائے خود پاکیزہ اور صحت بخش ہوں۔

دوسری بات یہ سمجھائی گئی ہے کہ حرام کو واضح اور متعین کر دیا گیا ہے۔ اس لیے اس سے مکمل طور پر بچا جائے اور اس کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے۔ قرآن و حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ کسی چیز کو حلال و حرام قرار دینے کا حق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ کوئی شخص اپنی پسند ناپسند سے کسی چیز کو حلال و حرام قرار نہیں دے سکتا۔ حتیٰ کہ اللہ کے رسول کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی چیز کو، جسے اللہ نے اس کے لیے حلال کیا ہو، اپنے اُوپر حرام کرلے۔ (التحریم ۶۶:۱)

اسی بنا پر امام مالکؒ نے جو اصول بیان کیا ہے اس پر تقریباً تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے کہ اصلاً تمام اشیا مباح ہیں جب تک انھیں قرآن و سنت حرام قرار نہ دے دیں۔ وجہ ظاہر ہے اِنَّ الْحَلَالُ بَیِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَیِّنٌ ''یہ دونوں چیزیں شریعت نے ظاہر اور واضح کر دی ہیں۔

تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ جن معاملات میں قرآن و سنت کا واضح حکم موجود نہیں ہے، یعنی مشتبہات، تو ان میں احتیاط کا رویہ اختیار کیا جائے۔ لیکن یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ دین اہلِ ایمان کو غیر ضروری طور پر مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ قرآن کریم نے یہ اصول دوٹوک الفاظ میں بیان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ دین میں آسانی چاہتا ہے (البقرہ ۲:۱۸۵)۔ حدیث میں بھی